Al-Abṣār (Research Journal of Fiqh & Islamic Studies)
ISSN: 2958-9150 (Print) 2958-9169 (Online)
Published by: Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
Volume 03, Issue 01, January-June 2024, PP: 01-15
DOI: https://doi.org/10.52461/al-abr.v2i2.2427
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/al-absar/about

عہد نبوی ﷺ کی روشنی میں مروجہ احتجاج، تحقیقی جائزہ

A research review of Protests in the light of the Prophet's (peace be upon him) covenant

Muhammad Aashir Abbasi
M.Phil Scholar, Department of Islamic & Religious Studies, The University of Haripur, KPK.
aashirhamayoun9@gmail.com

Mufti Haroon-ur-Rasheed Shami
Lecturer, Govt Post Graduate College Haripur, KPK.
ibneshami1947@gmail.com

Abstract

Islam has not only fulfilled the basic rights and duties of human beings but has also provided for their protection, the concept of Islam regarding basic human rights is that every person should get his basic rights without his demand, that is, man does not need to knock on the door of the ruler of time for his basic needs, but it is the responsibility of the state. That he should inform every citizen and fulfill his needs. When in a welfare state, the ruler fulfills the requirements of justice and justice and every person has his basic rights and needs without his demand, then one needs to take to the streets to meet his demands and get the basic necessities, neither to block the road, nor to sit on a sit-in or hunger strike, so such a state should progress and prosper. Following the path of a truly Islamic welfare state, it presents a map of a truly Islamic welfare state. But in a society where attempts are made to suppress the fundamental rights of human beings, it is natural to react to the protection of one's rights, because it is inherent in man's nature to protest for his right, as soon as the child is born, he protests for his right and cries for milk. Islam also gives the right to demand one's legitimate rights within the limits of Sharia, and in addition, it is obligatory to raise voice for various purposes and to prevent disbelievers. In the present democratic system, for this purpose, people resort to the prevailing protests and organize demonstrations, processions and sit-ins to meet their demands

All Rights Reserved © 2022 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

and convey their point to the Upper House, these prevalent protests and its forms are the soul of democracy. turning. The paper discusses the concept and scope of protest in Islam, trying to find out whether there have been protests in the Prophet's (peace and blessings of Allaah be upon him) era and what are the examples of protest in this period.

Keywords

protests, demonstrations, sit-ins, processions, Islamic welfare state, fundamental rights, legitimate demands

1 موضوع کا تعارف

اسلام نے انسانوں کے بنیادی حقوق و فرائض کی نہ صرف یہ کہ تکمیل کی ہے بلکہ ان کی حفاظت کا اہتمام بھی کیا ہے، بنیادی انسانی حقوق کے حوالے سے اسلام کا تصور یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کے بنیادی حقوق اس کے مطالبے کے بغیر ملنے چاہئیں یعنی انسان کو اپنی بنیادی ضروریات کے لئے حاکم وقت کے دروازے پر دستک دینے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر شہری کی خبر گیری کرے اور اس کی ضروریات کو پورا کرے۔ جب ایک فلاحی ریاست میں حاکم وقت عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرے اور ہر شخص کو اس کے بنیادی حقوق وضروریات اس کے مطالبے کے بغیر مہیا ہوں تو پھر کسی کو اپنے مطالبات منوانے کے لئے اور بنیادی ضروریات حاصل کرنے کے لئے سڑکوں کا رخ کرنے کی ضرورت ہے اور نہ روڈ بلاک کرنے کی، نہ دھرنا دینے کی ضرورت ہے اور نہ بھوک ہڑتال کی، چنانچہ ایسی ریاست ترقی اور خوشحالی کی راہ پر گامزن ہو کر حقیقی معنوں میں ایک اسلامی فلاحی ریاست کا نقشہ پیش کرتی ہے۔ لیکن جس معاشرے میں انسانوں کے بنیادی حقوق دبانے کی کوشش کی جاتی ہو وہاں اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے رد عمل کا اظہار ایک فطری امر ہے، کیونکہ اپنے حق کے مطالبہ کے لئے احتجاج کرنا انسان کی فطرت میں داخل اور اس کی جبلت میں شامل ہے، بچہ پیدا ہوتے ہی اپنے حق کے لئے احتجاج کرتا ہے اور رو کر دودھ طلب کرتا ہے۔ اسلام بھی شرعی حدود میں رہتے ہوئے اپنے جائز حقوق کے مطالبے کا حق دیتا ہے اور اس کے علاوہ مختلف مقاصد کے لئے آواز بلند کرنے اور منکرات کی روک تھام کے لئے حتی المقدور سعی کو واجب قرار دیتا ہے۔[1]

موجودہ جمہوری نظام میں اس مقصد کے لئے لوگ مروجہ احتجاج کا سہارا لیتے ہیں اور اپنے مطالبات منوانے اور اپنی بات ایوان بالا تک پہنچانے کے لئے مظاہروں، جلوسوں اور دھرنوں کا انعقاد کرتے ہیں یہ مروجہ احتجاج اور اس کی صورتیں جمہوریت کی روح ہیں اس کے بغیر نعرہ جمہوریت نا تمام سمجھا جاتا ہے، مسلمان بھی یہ طریقہ کار اختیار کرتے ہیں اور سیاسی، مذہبی اور سماجی مسائل کے حل

کے لئے سڑکوں کا رخ کرتے ہیں۔

زیر نظر مقالے میں اسلام میں احتجاج کے تصور اور گنجائش پر بحث کی گئی ہے جس میں یہ جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں احتجاج ہوا ہے کہ نہیں اور اس دور میں احتجاج کی کون سی مثالیں ملتی ہیں۔

2 احتجاج کی لغوی تعریف

احتجاج لفظِ حج سے مشتق ہے جس کا مادہ اصلی (ح،ج،ج) ہے۔ یہ باب افتعال کا مصدر ہے، "احتج یحتج احتجاجا" کا معنی ہے حجت قائم کرنا، دلیل پکڑنا، اگر "علی" کے صلہ کے ساتھ استعمال ہو تو اس کا معنی اعراض اور ناپسندیدگی ظاہر کرنا بھی ہوتا ہے۔[2]

2.1 احتجاج کی اصطلاحی تعریف

"خروج النَّاس إلى الشوارع مجتمعين تعبيرًا عن رأي أو احتجاجًا على فعل أو قول أو مطالبين بأمر يريدونه" 3

کسی رائے کے اظہار یا کسی قول و فعل پر بطور احتجاج یا کسی بات کا مطالبہ کرنے کے لئے لوگوں کا اکٹھے ہو کر سڑکوں پر نکلنا۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں پرامن اور غیر مسلح احتجاج ہر شہری کا جمہوری اور آئینی حق ہے، لیکن آئین پاکستان میں اس کی تعریف موجود نہیں ہے البتہ اس کو بنیادی حقوق جیسے آزادی اجتماع اور آزادی اظہار رائے وغیرہ سے لیا گیا ھے، چنانچہ آئین کے آرٹیکل 16 میں ہے:

"امن عامہ کے مفاد میں قانون کے ذریعے عائد کردہ پابندیوں کے تابع ہر شہری کو پرامن طور پر اور اسلحہ کے بغیر جمع ہونے کا حق ہو گا"۔[4]

مروجہ احتجاج کی جامع تعریف ان الفاظ میں کی جاسکتی ہے کہ احتجاج اپنے جائز حقوق اور مطالبات کے حصول کے لئے نکلنے یا اپنی قوت کو ظاہر کرنے یا حکومت کے بعض فیصلوں کی مخالفت یا مظلوم کی حمایت کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

3 عہد نبوی ﷺ میں نظام عدل وانصاف

نبی اکرم ﷺ نے ریاست مدینہ کو جن خطوط پر استوار کیا ان میں عدل وانصاف اور مساوات کو بنیادی اہمیت حاصل تھی، آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست میں عدل وانصاف کا وہ نظام رائج کیا کہ جس میں امیر غریب، کالے گورے، عربی عجمی اور مسلمان کافر کا کوئی فرق نہیں تھا بلکہ انصاف سب کے لئے یکساں تھا۔

قبیلہ بنو مخزوم کی فاطمہ نامی ایک عورت جب چوری کے جرم میں گرفتار ہوئی اور آپ ﷺ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا تو چونکہ وہ قریش کے ایک معزز اور با اثر قبیلے سے تعلق رکھتی تھی اس لئے اس کے قبیلے کے لوگوں نے حضور ﷺ سے سزا معاف کرنے کی سفارش کا سوچا اور اس مقصد کے لئے انہوں نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو حضور اکرم ﷺ کے پاس سفارش کے لئے بھیجا، اس موقع پر حضور سرور کائنات ﷺ نے حضرت اسامہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:

"أتشفع في حد من حدود الله" 5

کیا تم اللہ کی مقرر کردہ حدود میں سے حد معاف کرنے کی سفارش کرتے ہو۔

پھر آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اس لئے گمراہ ہوئے کہ ان میں سے جب کوئی شریف اور معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد نافذ کرتے، اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی اس جرم کی مرتکب ہوتی تو میں محمد ﷺ اس کے ہاتھ بھی کاٹنے کا حکم جاری فرماتا۔ اس طرح کے بیسیوں واقعات سیرت النبی ﷺ میں ملتے ہیں کہ جن میں آپ ﷺ نے بطور حاکم اور منصف کے عدل وانصاف کے مطابق فیصلے فرمائے۔

3.1 عہد نبوی ﷺ میں حکام سے مواخذہ کا حق

ریاست مدینہ میں آپ ﷺ اور آپ کے بعد خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے عدل وانصاف کے تمام تقاضے پورے کیے، ہر شعبہ زندگی میں مساوات اور برابری کا نظام رائج کیا، چاہے صحت کا شعبہ ہو یا تعلیم کا، انصاف کا شعبہ ہو یا معیشت کا غرض ہر شعبہ زندگی میں عدل وانصاف قائم کیا۔ لیکن اس کے باوجود مدینہ کی فلاحی ریاست میں ایک عام آدمی کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ امیر یا حاکم کا احتساب کرے اور رعایا کی حق تلفی پر اس کا مواخذہ کرے۔ چنانچہ جنگ بدر کے موقع پر جب آپ ﷺ صحابہ کرام کی صف بندی فرمارہے تھے تو دیکھا کہ ایک صحابی صف سے باہر نکلے ہوئے ہیں تو اس کو چھڑی کے ذریعے پیٹ میں ٹھونک کر صف میں برابر کر دیا اس پر اس صحابی نے کہا کہ آپ نے مجھے تکلیف دی ہے میں نے بدلہ لینا ہے تو آپ ﷺ نے اپنے پیٹ مبارک سے کرتہ ہٹایا تو اس صحابی نے آپ کے پیٹ مبارک کا بوسہ لیا اور کہا کہ میرا یہی مقصد تھا۔[6]

اسی طرح حاکم کے پاس کسی معاملے کی شکایت لے کر آنے والوں کو بھی عام اجازت حاصل تھی، اس معاملے میں خود آپ ﷺ کا طرز عمل یہ تھا کہ اگر کوئی صحابی آپ ﷺ کے پاس کوئی شکایت لے کر آتا تو آپ ﷺ اس کا فوری ازالہ فرماتے تھے۔[7] اوپر یہ بات گزر چکی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں جس ریاست کی بنیاد رکھی اس میں عدل وانصاف کے تمام

تقاضے پورے کیے ہیں، ہر آدمی کو اس کے بنیادی حقوق اس کے مطالبہ کے بغیر حاصل تھے اس لئے اس زمانے میں باقاعدہ احتجاج کی کوئی مثال نہیں ملتی البتہ ایسے واقعات موجود ہیں جن میں کسی فرد یا جماعت نے آکر کوئی سوال کیا یا ناراضگی کا اظہار کیا یا کسی چیز کا مطالبہ کیا تو ان کا مطالبہ پورا کیا گیا۔ ذیل میں زمانہ نبوی ﷺ سے ایسی مثالیں اور نظائر پیش کیے جاتے ہیں جن میں کسی درجے میں احتجاج کا عنصر پایا جاتا ہے۔

4 عہد نبوی ﷺ میں احتجاج کی انفرادی مثالیں

4.1 پہلی مثال

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب "ادب المفرد" میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے اپنے پڑوسی کے متعلق شکایت کی کہ وہ اسے ایذا پہنچاتا ہے، آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ جاؤ اور اپنا سامان راستے پر رکھ کر بیٹھ جاؤ، اس نے اپنے گھر کا سامان راستے پر رکھ دیا لوگ جب اس کے پاس سے گزرتے تو اس سے پوچھتے کہ کیا مسئلہ ہے تو وہ کہتا کہ میرا پڑوسی مجھے تکلیف دیتا ہے اس پر لوگ اس کے پڑوسی کو لعن طعن کرتے، جب اس کے پڑوسی نے یہ ماجرا دیکھا تو وہ خود اس کے پاس آگیا اور معذرت کی اور آئندہ کسی قسم کی تکلیف نہ دینے کی یقین دہانی کرائی۔[8] ابوداؤد شریف کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ پہلے پہل آپ ﷺ نے اس صحابی کو صبر کی تلقین کی پھر وہ دو یا تین مرتبہ آیا تب آپ ﷺ نے اسے راستے میں سامان رکھنے کا حکم دیا۔[9]

4.2 استنباطات

اس واقعہ پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

1. یہ واقعہ مروجہ طریق احتجاج کے ساتھ سب سے زیادہ مطابقت اور مماثلت رکھتا ہے اس واقعہ سے موجودہ دور میں رائج طریق احتجاج (جس میں آدمی اپنے حق کے مطالبے کے لئے سڑک پر احتجاج کرتا ہے) کے جواز کا ثبوت ملتا ہے۔
2. اس میں مظاہرین کے لئے صبر و استقامت کا درس ہے کہ احتجاج و مظاہرہ پہلا قدم نہیں ہونا چاہیے بلکہ پہلے صبر کرنا چاہیے جیسا کہ اس واقعہ میں پہلے تکلیف پر صبر کرنے کی تلقین کی پھر جب تکلیف حد سے بڑھ گئی تو سامان راستے پر رکھ کر رائے عامہ کو اپنے حق میں ہموار کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔
3. حاکم کے پاس جب کوئی آدمی کسی مسئلے کے حل کے لئے شکایت لے کر جائے تو حاکم وقت کو اس کا فوری ازالہ کرنا چاہیے۔

4. ظالم کے خلاف مظلوم کی حمایت کرنی چاہیے۔

4.3 دوسری مثال

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب مسلمانوں اور کفار کے درمیان معاہدہ ہوا اور حضور نبی کریم ﷺ نے کفار کی وہ تمام شرائط جو بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں تسلیم کیں اور ان سے صلح کی تو اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں، اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: پھر ہم دین کے معاملے میں بے عزتی کو کیوں برداشت کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عمر! میں اللہ کا رسول ہوں اللہ مجھے کبھی ضائع نہیں فرمائے گا، یہی بات حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو کر کہی انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ اللہ کا رسول ہیں اللہ انہیں ضائع نہیں فرمائے گا، اس کے بعد سورہ فتح نازل ہوئی آپ ﷺ نے وہ پڑھ کر سنائی، حضرت عمرؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا یہ فتح ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جی ہاں یہ فتح ہے۔[10]

حضور نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کی مختلف حیثیتیں ہیں آپ ﷺ کی ایک حیثیت نبی اور رسول کی ہے، ایک حیثیت مفتی اور قاضی کی ہے اور ایک حیثیت حاکم وقت کی ہے۔[11] جب آپ ﷺ بطور حاکم یا قاضی کوئی بات یا فیصلہ فرماتے تو اس میں صحابہ کرام کو رائے دینے کا حق حاصل تھا آپ ﷺ ان کی بات کو سنتے اور ان کی رائے کا احترام کرتے ہوئے اچھے طریقے سے جواب دیتے، اس لئے حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کے فیصلے پر سخت احتجاج کیا، آپ ﷺ نے ان کی بات کو سنا اور نکیر نہیں فرمائی البتہ ان کے احتجاج کو مسترد فرما دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم تھا کہ مشرکین کے ساتھ صلح کی جائے۔

4.4 استنباطات

اس واقعہ پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

1. حاکم وقت کے کسی سیاسی فیصلے یا پالیسی کے خلاف احتجاج کرنا جائز ہے۔
2. حاکم کو کھلے دل کے ساتھ رعایا کی بات کو سننا اور تنقید برداشت کرنی چاہیے۔
3. اگر احتجاج کرنے والوں کا مطالبہ درست نہ ہو تو اچھے طریقے سے ان کا احتجاج مسترد کرنا چاہیے۔

5 عہد نبوی ﷺ میں احتجاج کی اجتماعی مثالیں

5.1 پہلی مثال

غزوہ حنین کے موقع پر جب آپ ﷺ نے جنگ سے فارغ ہو کر مال غنیمت تقسیم کیا تو اشراف قریش کے ان لوگوں کو جو ابھی ابھی اسلام لائے تھے اور ابھی تک اسلام کے ساتھ ان کے دل مانوس نہیں ہوئے تھے تالیف قلب کے لئے زیادہ انعامات سے نوازا، کسی کو پچاس اونٹ، کسی کو سو اونٹ اور کسی کو دو سو اونٹ دیے اور اس کے علاوہ چالیس چالیس اوقیہ چاندی کے بھی دیے۔[12]

انصار صحابہ کرام کو ان غنائم میں سے کچھ نہیں دیا گیا جس پر انصار کے بعض لوگوں نے ناراضگی کا اظہار کیا، اس موقع پر انصار کے بعض نوجوانوں کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ رسول ﷺ نے قریش کو تو مال غنیمت سے عطا کیا اور ہمیں چھوڑ دیا حالانکہ ہماری تلواروں سے ان کا خون ابھی تک ٹپک رہا ہے۔[13] اور بعض نے یہ کہا کہ مشکلات میں تو ہم کو یاد کیا جاتا ہے اور مال غنیمت دوسروں پر تقسیم کیا جاتا ہے۔[14] جب رسول اللہ ﷺ کو انصار کی ناراضگی کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہؓ کو حکم دیا کہ انصار کو ایک جگہ جمع کریں، جب انصار ایک جگہ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> اے انصار! یہ کیا بات ہے جو میں سن رہا ہوں؟ اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے اے قوم انصار! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ لوگ تو بکری اور اونٹ لے کر گھروں کو جائیں اور تم اللہ کے رسول کو لے کر جاؤ، اللہ کی قسم اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ہوتا اور اگر تمام لوگ ایک وادی میں سے گزریں اور انصار دوسری وادی میں چلیں تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا، اے اللہ انصار پر اور انصار کے بچوں پر اور پوتوں پر رحم فرما، اس خطبہ کے بعد انصار اتنا روئے کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور کہنے لگے کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کی تقسیم پر راضی ہیں۔[15]

5.2 استنباطات

اس واقعہ پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

1. غزوہ حنین کے موقع پر انصار کے کچھ لوگوں نے اجتماعی طور پر ناراضگی کا اظہار کیا جس سے اجتماعی احتجاج کا ثبوت ملتا ہے۔
2. انصار نے مال غنیمت کے نہ ملنے پر احتجاج کیا اس سے حاکم وقت کے سامنے اپنے جائز حقوق کے مطالبے کے لئے احتجاج کا ثبوت ملتا ہے۔
3. حضور ﷺ نے انصار کے ساتھ نرمی اور شفقت کا برتاؤ کیا، حاکم وقت کو چاہیے کہ احتجاج کرنے والوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے۔

5.3 دوسری مثال

غزوہ احزاب میں کفار و مشرکین کو عبرت ناک شکست ہوئی اور ان کے دلوں میں اسلام کی ہیبت بیٹھ گئی جس کے نتیجے میں آئندہ کے لئے ان کے حوصلے پست ہو گئے اور پھر کبھی وہ اعلانیہ مسلمانوں کے مقابلے میں نہیں آئے، اس معرکہ حق و باطل کے بعد اسلام کی قوت اور شان و شوکت کا زمانہ شروع ہوا اور پے در پے فتوحات کی وجہ سے معاشی تنگی دور ہو گئی اور فراخی اور مال و دولت کی کثرت نے مسلمانوں کو معاشی طور پر مستحکم کر دیا، یہ سب دیکھ کر ازواج مطہرات نے سوچا کہ کیوں نہ وہ رسول ﷺ سے فراخی معیشت کا مطالبہ کریں چنانچہ سب ازواج نے جمع ہو کر رسول اللہ ﷺ سے نان و نفقہ کی زیادتی کا مطالبہ کیا۔

امام مسلمؒ نے اس واقعہ کو یوں نقل کیا ہے کہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ (رسول اللہ ﷺ جب ازواج مطہرات سے ناراض ہو کر بالاخانے میں تشریف فرما ہوئے تو) حضرت ابو بکرؓ آئے اور لوگ دروازہ پر کھڑے تھے کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں تھی اتنے میں حضرت عمرؓ بھی آ گئے اور دونوں اجازت لے کر اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ آپ ﷺ بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے گرد ازواج مطہرات غمگین اور خاموش بیٹھی ہوئی ہیں، حضرت عمرؓ نے دل میں سوچا کہ میں کوئی ایسی بات کہوں جس سے آپ ﷺ خوش ہو جائیں چنانچہ وہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں دیکھوں کہ میری اہلیہ مجھ سے خرچہ کا مطالبہ کر رہی ہے تو میں اس کا گلا دبا دوں، آپ ﷺ یہ سن کر ہنس پڑے اور پھر فرمایا کہ یہ (ازواج) میرے گرد جمع ہیں اور مجھ سے خرچے کا مطالبہ کر رہی ہیں، حضرت ابو بکرؓ اٹھے اور حضرت عائشہؓ کی گردن پکڑ کر دبانے لگے اور حضرت عمرؓ حضرت حفصہؓ کا گلا گھونٹنے لگے اور دونوں (اپنی بیٹیوں سے) کہنے لگے کہ تم رسول اللہ ﷺ سے وہ چیز مانگتی ہو جو آپ ﷺ کے پاس نہیں ہے؟ اس پر دونوں (حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ) نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم آئندہ رسول اللہ ﷺ سے ایسی کوئی چیز نہیں مانگیں گیں جو آپ ﷺ کے پاس نہیں ہے۔[16]

ازواج مطہرات کو اس کا اندازہ نہیں تھا کہ یہ بات آپ ﷺ کو ناگوار گزرے گی اور آپ ﷺ کو اس سے تکلیف پہنچے گی، انہوں نے جب عام مسلمانوں کو وسعت میں دیکھا تو اپنے لئے بھی اس کا مطالبہ کر دیا لیکن جب آیت تخییر نازل ہوئی اور بارگاہ الٰہی سے ان کا مقام و منصب انہیں یاد کرایا گیا تو وہ سب توبہ تائب ہوئیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو دنیا کے مال و دولت پر ترجیح دی۔

5.4 استنباطات

اس واقعہ پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

1. تمام ازواج مطہرات نے جمع ہو کر نان و نفقہ کی زیادتی کا مطالبہ کیا جس سے اپنے حقوق کے مطالبے کے لئے احتجاج کرنا

ثابت ہوتا ہے، اگرچہ ان کا یہ مطالبہ مقام و منصب کے لحاظ سے ان کے شایان شان نہیں تھا جس پر انہیں تنبیہ کی گئی لیکن نفس احتجاج کے ثبوت پر یہ واقعہ بھی دلالت کرتا ہے۔

2. اپنے حقوق کے لئے آواز بلند کرنا اور اس مقصد کے لئے حاکم وقت کے پاس حاضر ہو کر احتجاج ریکارڈ کرنا ثابت ہوتا ہے۔

5.5 تیسری مثال

عورتوں کی ایک جماعت حضور ﷺ کے پاس اپنے شوہروں کی شکایت لے کر آئی اور آپ ﷺ کے پاس آکر التجاء کی کہ مرد عورتوں کو بہت زیادہ مارتے ہیں اس لئے آپ ﷺ مردوں کو عورتوں کو مارنے سے منع فرمائیں۔

چنانچہ حضرت ایاس بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی بندیوں کی نہ مارا کرو، (کچھ عرصے بعد) حضرت عمرؓ آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا یا رسول اللہ ﷺ! جب سے آپ نے عورتوں کو مارنے سے منع فرمایا تب سے وہ مردوں پر جری ہو گئیں ہیں (مردوں کی بات نہیں سنتیں) آپ ﷺ نے ان کو مارنے کی اجازت دے دی، (راوی فرماتے ہیں کہ) عورتوں کی ایک کثیر تعداد نے آل محمد ﷺ کے گھر کے چکر کاٹے اور وہ سب اپنے شوہروں کی شکایت کر رہی تھیں (کہ وہ انہیں زیادہ مارنے لگے ہیں)، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ستر عورتیں محمد ﷺ کے گھر والوں کے پاس آئی ہیں اور وہ سب کی سب اپنے شوہروں کی شکایت کر رہی ہیں، اور فرمایا یہ لوگ اچھے نہیں ہیں (یعنی جو اپنی بیویوں کو مارتے ہیں وہ اچھے لوگ نہیں ہیں)۔[17]

5.6 استنباطات

اس واقعہ پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

1. حاکم وقت کو چاہیے کہ عوامی مفاد کے پیش نظر اگر کسی فیصلہ سے رجوع کرنا پڑے یا کوئی حکم تبدیل کرنا پڑے تو دریغ نہ کرے جیسا کہ عورتوں کی کثیر تعداد نے حضور ﷺ کے پاس حاضر ہو کر احتجاج کیا، آپ ﷺ نے ان کی بات کو سنا اور ان کی شکایت کا ازالہ فرمایا۔
2. عوام الناس احتجاج کے ذریعے حاکم کے کسی فیصلے کو چیلنج کر سکتے ہیں۔
3. ستر عورتوں نے جمع ہو کر حضور ﷺ کے گھر والوں کے پاس احتجاج کیا، اس سے لوگوں کا ایک جگہ کا انتخاب کر کے وہاں جمع ہو کر احتجاج کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔

6 عہد نبوی ﷺ میں قوت وطاقت کے مظاہرہ کی مثالیں

6.1 پہلی مثال

بسا اوقات اسلام کی قوت اور شان و شوکت کو ظاہر کرنے اور کفار کو اپنی عددی طاقت سے مرعوب کرنے کے لئے بھی احتجاج و مظاہرہ کیا جاتا ہے، ذیل میں سیرت طیبہ ﷺ سے اس سلسلے کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں کہ جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مختلف مواقع پر اسلام کی قوت اور شان و شوکت کو دشمن پر آشکارا کرنے کے لئے عددی طاقت کا مظاہرہ کیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے قصہ سے متعلق ایک طویل حدیث میں) روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اسلام لانے کے بعد) حضور ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں اگر ہم زندہ رہیں یا مر جائیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم حق پر ہو زندہ رہو یا مر جاؤ، حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر ہم چھپ کر کیوں عبادت کریں؟ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے آپ ضرور علی الاعلان نکلیں گے پس رسول اللہ ﷺ کو ہم دو صفوں میں لے کر نکلے ایک میں حضرت حمزہ اور دوسری صف میں میں تھا ہم نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے گھیرا ہوا تھا جیسے چکی کے دو پاٹ ہوتے ہیں یہاں تک کہ ہم مسجد میں داخل ہوئے جب قریش نے مجھے اور حمزہ کو دیکھا تو ان کو ایسی تکلیف ہوئی کہ اس سے پہلے شاید ہی ایسی تکلیف ہوئی ہو۔[18]

رسول کریم ﷺ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کے ساتھ صف کی صورت میں دار ارقم سے نکل کر حرم پاک میں داخل ہوئے جس سے مشرکین مکہ کے دلوں پر اسلام کی ہیبت طاری ہوئی اور اسلام کی قوت اور شان و شوکت کا اظہار ہوا۔

6.2 استنباطات

اس واقعہ پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

1. اسلام کی قوت اور شان و شوکت کے اظہار کے لئے احتجاج و مظاہرہ کرنا جائز اور درست عمل ہے۔
2. کفار کو اپنی عددی طاقت دکھلانے اور ان کو مرعوب کرنے کے لئے مظاہرہ بہترین اقدام اور سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔

6.3 دوسری مثال

فتح مکہ کے لئے جب آپ ﷺ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو مقام مر الظہران پہنچ کر ہر صحابی کو الگ آگ جلانے کا حکم

دیا تاکہ دشمن کو مرعوب کیا جاسکے اور مسلمانوں کی افرادی قوت کا مظاہرہ کیا جاسکے، چنانچہ دس ہزار صحابہ کرام نے رات کے وقت آگ جلائی، کفار یہ منظر دیکھ کر دنگ رہ گئے اور آدھی جنگ وہیں ہار گئے۔

چنانچہ ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال جب رسول اللہ ﷺ (مکہ فتح کرنے کے ارادے سے) نکلے تو قریش کو یہ خبر پہنچ گئی چنانچہ ابوسفیان (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے)، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء مسلمانون کی جاسوسی کے لئے نکلے، جب یہ لوگ مقام مرالظہران پر پہنچے تو ان کی نظر جلتی ہوئی آگ پر پڑی تو ابوسفیان نے ورطہ حیرت میں کہا کہ یہ تو عرفہ کی آگ لگتی ہے! بدیل بن ورقاء کہنے لگا نہیں یہ بنو عمرو والوں کی آگ لگتی ہے، ابوسفیان نے اس پر کہا کہ نہیں بنو عمرو کی آگ اس سے کم ہوتی ہے، اتنے میں رسول اللہ ﷺ کے پہرے داروں کی نظر ان پر پڑی تو وہ انہیں گرفتار کرکے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے، اس موقع پر ابوسفیان مسلمان ہو گئے جب جانے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا کر دو تاکہ وہ مسلمانوں کی قوت و شوکت کو دیکھ لے۔[19]

6.4 استنباطات

اس واقعہ پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

1. دشمنان اسلام کو مرعوب کرنے کے لئے کبھی طاقت اور قوت کا مظاہرہ کرنا چاہیے تاکہ مسلمانوں کی افرادی قوت اور عددی طاقت کے بارے میں دشمن خوش فہمی میں مبتلا نہ ہو جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر ایسا کرنے کا حکم دیا۔
2. مظاہرین کا اپنی کثرت ظاہر کرنے کے لئے ایسی حکمت عملی اختیار کرنی چاہیے جس سے مخالف مرعوب ہو جائے جیسا کہ اس واقعہ میں صحابہ کرامؓ نے اپنی اپنی الگ آگ جلا کر بہترین حکمت عملی کے ذریعے اسلام کی قوت اور طاقت کا مظاہرہ کیا۔

6.5 تیسری مثال

عمرۃ القضاء کے موقع پر جب آپ ﷺ اور صحابہ کرام صلح حدیبیہ کی شرائط کے مطابق آئندہ سال عمرہ کرنے کے لئے مکہ آئے تو مشرکین نے پروپیگنڈا کرتے ہوئے کہا کہ یثرب کی آب و ہوا نے مسلمانوں کو کمزور کر دیا ہے چنانچہ آپ ﷺ نے طواف کے تین چکروں میں رمل کرنے کا حکم دیا تاکہ مشرکین مسلمانوں کی قوت و طاقت کا مشاہدہ کر سکیں اور اسلام کی قوت کا بھرپور مظاہرہ ہو۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام مکہ (عمرہ کرنے کے لئے) آئے تو مشرکین نے کہا کہ کچھ لوگ تمہارے پاس آئے ہیں جنہیں یثرب کی آب و ہوا نے کمزور کر دیا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ

نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ تین چکروں میں رمل کریں اور دو رکنوں کے درمیان آہستہ چلیں۔[20]

اس حدیث کے تحت علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"ویؤخذ منه جواز إظهار القوة بالعدة والسلاح ونحو ذلك للكفار إرهابا لهم"21

یعنی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کو مرعوب کرنے کے لئے اپنی افرادی قوت، اسلحہ کی نمائش اور دوسرے طریقوں کے ذریعے اسلام کی قوت و شوکت کا مظاہرہ کرنا جائز ہے۔

6.6 استنباطات

اس واقعہ پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

1. کفار اور دین دشمنوں پر مسلمانوں کی دھاک بٹھانے اور اسلام کی قوت اور شان و شوکت کا مظاہرہ کرنے کے لئے ایسی تدبیر اختیار کرنا کہ جس سے کفر مرعوب ہو جائے نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے۔
2. اسلام کی قوت اور شان و شوکت کا اظہار اپنی عددی طاقت کے ساتھ کرنا جائز ہے اسی کو موجودہ دور میں احتجاجی مظاہرہ کا نام دیا جاتا ہے۔

7 خلاصہ بحث

اس مقالے میں اسلام میں احتجاج کے تصور اور گنجائش پر بحث کی گئی ہے، اس بحث کا خلاصہ درج ذیل ہے:

- احتجاج کا لغوی معنی ہے دلیل کے ذریعے غلبہ حاصل کرنا، ناراضگی و ناپسندیدگی ظاہر کرنا اور اصطلاحاً احتجاج کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ احتجاج اپنے جائز حقوق اور مطالبات کے حصول کے لئے نکلنے یا اپنی قوت کو ظاہر کرنے یا حکومت کے بعض فیصلوں کی مخالفت یا مظلوم کی حمایت کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔
- قدیم لغت میں لفظ احتجاج و مظاہرہ اس معنی میں مستعمل نہیں ہیں جو موجودہ زمانے میں رائج ہے، البتہ اگر ان کے لغوی معانی پر غور کیا جائے تو وہ رائج مفہوم اور مروجہ معنی میں کسی حد تک پائے جاتے ہیں، مثلاً مروجہ احتجاج تعاون باہمی، کسی طبقہ کے خلاف ناراضگی و ناپسندیدگی کے اظہار اور دلیل کے ذریعے غالب یا مغلوب ہونے سے ہی عبارت ہے۔
- حضور ﷺ کے دور اقدس میں احتجاج کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں تھا اور نہ ہی اس کی حاجت تھی کیونکہ ہر شخص کو بنیادی حقوق بغیر مطالبہ کے مہیا تھے، البتہ مختلف صورتوں میں لوگ پیش آمدہ مسائل میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر کسی چیز کا مطالبہ یا سوال کرتے تھے۔

- یہ مطالبہ اور سوال کبھی انفرادی طور پر ہوتا تو کبھی اجتماعی طور پر کچھ لوگ بارگاہ نبوی ﷺ میں پیش ہو کر اپنا مدعیٰ بیان کرتے اور آپ ﷺ بطور حاکم ان کی بات کو سنتے، اگر ان کی بات درست ہوتی تو ان کی شکایت کا ازالہ فرماتے اور اگر بات درست نہ ہوتی تو اچھے طریقے سے سمجھا کر واپس فرمادیتے۔
- اسی طرح لوگوں کو اس بات کا بھی حق حاصل تھا کہ وہ حکام سے روک ٹوک کریں اور ان کا احتساب کریں، چنانچہ دوران بحث ایسی مثالیں گزر چکی ہیں جن میں رعایا کو اپنے حقوق کے لئے احتجاج کرنے، حکمرانوں کا احتساب اور ان کا مواخذہ کرنے کی مکمل آزادی حاصل تھی۔

8 نتائج(Findings)

اس تحقیق سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوئے ہیں:

1. اسلام میں بنیادی طور پر احتجاج کا تصور موجود ہے، البتہ زمانہ نبوی ﷺ میں ہونے والے احتجاج اور مروجہ احتجاج میں بہت فرق ہے اور طریقہ کار بھی الگ ہے۔
2. نبی کریم ﷺ کے دور اقدس میں احتجاج کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں تھا، لوگ کبھی انفرادی اور کبھی اجتماعی طور پر حاضر ہو کر کسی چیز کا مطالبہ یا سوال کرتے تھے۔
3. جائز مقصد اور درست طریقے کے ساتھ ہونے والا احتجاج شرعاً جائز ہے اور ناجائز مقصد اور غلط طریقے سے ہونے والا احتجاج غلط اور ناجائز ہے۔

شریعت اسلامی نے احتجاج کے لئے کوئی خاص صورت اور طریقہ متعین نہیں کیا، ملکی دستور و قانون کے تحت تسلیم کیے گئے جائز حقوق کو حاصل کرنے کے لئے کوئی بھی جائز، پرامن اور مؤثر طریقہ اپنایا جاسکتا ہے۔

حوالہ جات

[1] مسلم، ابو الحسن مسلم بن حجاج (م 261ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب بیان کون النهي عن المنكر من الإيمان، وأن الإيمان يزيد وينقص، بيروت، دار احياء التراث العربي، رقم:49

Muslim, Abū al-Ḥasan Muslim ibn al-Ḥajjāj (m 261H), al-Jāmiʻ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Īmān, Bāb Bayān Kawn al-Nahy ʻan al-Munkar min al-Īmān, Wa-Anna al-Īmān Yazīdu wa-Yanqus, Bayrūt, Dār Iḥyā' al-Turāth al-ʻArabī, Raqm: 49

[2] ابن منظور، ابو الفضل جمال الدین الافریقی(م711ھ)، لسان العرب، بیروت، دار صادر، الثالثۃ، 1414ھ، ج:2، ص:228، بذیل مادۃ حجج

Ibn Manẓūr, Abū al-Faḍl Jamāl al-Dīn al-Ifrīqī (m 711H), Lisān al-ʻArab, Bayrūt, Dār Ṣādir, al-Thālitha, 1414H, j:2, ṣ:228, bidhayl mādda ḥ-j-j

[3] احمد مختار عبد الحمید، معجم اللغة العربیة المعاصرة، بد:ن، بد:ط،ت، ج:2، ص:1443، بذیل مادۃ ظهر

Aḥmad Mukhtār ʻAbd al-Ḥamīd, Muʻjam al-Lugha al-ʻArabiyya al-Muʻāṣira, bid: n, bid: ṭ, t, j:2, ṣ:1443, bidhayl mādda ẓ-h-r

[4] قومی اسمبلی پاکستان، اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور (ترمیم شدہ لغایت 7 جنوری 2015ء) اشاعت: چھٹی، 2015ء، ص:10

Qawmī Asambly Pākistān, Islāmī Jumhūriyyat Pākistān kā Dastūr (tarmīm shudah lighāyat 7 Janwarī 2015'), ishāʿat: chaṭṭī, 2015', ṣ:10

[5] البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل (م 256ھ)، الجامع الصحیح ، کتاب الحدود، باب کراهیة الشفاعة فی الحد إذا رفع إلی السلطان، دار طوق النجاة، الاولی، 1422ھ، رقم:6788

al-Bukhārī, Abū ʻAbdullāh Muḥammad ibn Ismāʻīl (m 256H), al-Jāmiʻ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Ḥudūd, Bāb Karāhiyyat al-Shafāʻah fī al-Ḥadd idhā rufiʻa ilā al-Sulṭān, Dār Ṭawq al-Najāh, al-Ūlā, 1422H, raqm: 6788

[6] ابن الأثیر، عز الدین علي بن أبي الكرم (م 630هـ)، اسد الغابة فی معرفة الصحابة، بیروت، دار الکتب العلمیة، الاولی، 1415ھ، ج:2، ص:590

Ibn al-Athīr, ʻIzz al-Dīn ʻAlī ibn Abī al-Karam (m 630H), Usd al-Ghābah fī Maʻrifat al-Ṣaḥābah, Bayrūt, Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, al-Ūlā, 1415H, j:2, ṣ:590

[7] أبو داود، سلیمان بن الأشعث (م 275هـ)، السنن، کتاب الاقضیة، ابواب من القضاء، دار الرسالة العالمیة، الاولی، 1430ھ، رقم: 3636

Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ashʻath (m 275H), al-Sunan, Kitāb al-Aqḍiyyah, Abwāb min al-Qaḍā', Dār al-Risālah al-ʻĀlamiyyah, al-Ūlā, 1430H, raqm: 3636

[8] البخاری، أبو عبد اللہ محمد بن إسماعیل (م 256هـ)، الادب المفرد، باب شکایة الجار، بیروت، دار البشائر الاسلامیة، الثالثة، 1409ھ، رقم: 124

al-Bukhārī, Abū ʻAbdullāh Muḥammad ibn Ismāʻīl (m 256H), al-Adab al-Mufrad, Bāb Shikāyat al-Jār, Bayrūt, Dār al-Bashā'ir al-Islāmiyyah, al-Thālithah, 1409H, raqm: 124

[9] أبو داود، السنن ، کتاب الادب، باب فی حق الجوار، رقم: 5153

Abū Dāwūd, al-Sunan, Kitāb al-Adab, Bāb fī Ḥaqq al-Jiwār, raqm: 5153

[10] البخاری، الجامع الصحیح ، کتاب الجزیة، باب (بلاعنوان)، رقم: 3182

al-Bukhārī, al-Jāmiʻ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Jizyah, Bāb (bilā ʻunwān), raqm: 3182

[11] القرافي، شهاب الدین أحمد بن إدریس (م 684ھ)، الإحکام فی تمییز الفتاوی عن الأحکام وتصرفات القاضي والإمام، دار البشائر الاسلامیة، الثانیة، 1416ھ، ص:99

al-Qarāfī, Shihāb al-Dīn Aḥmad ibn Idrīs (m 684H), al-Iḥkām fī Tamīz al-Fatāwā ʻan al-Aḥkām wa-Taṣarrufāt al-Qāḍī wa-al-Imām, Dār al-Bashā'ir al-Islāmiyyah, al-Thāniyah, 1416H, ṣ:99

[12] ابن قيم الجوزية، محمد بن أبي بكر (م 751هـ)، زاد المعاد في هدي خير العباد، بيروت، مؤسسة الرسالة، السابعة والعشرون، 1415ه، ج:3، ص:415

Ibn Qayyim al-Jawziyyah, Muḥammad ibn Abī Bakr (m 751H), Zād al-Ma‘ād fī Hady Khayr al-‘Ibād, Bayrūt, Mu’assasat al-Risālah, al-Sābi‘ah wa-al-‘Ishrūn, 1415H, j:3, ṣ:415

[13] الزرقاني، أبو عبد الله محمد بن عبد الباقي (م 1122هـ)، شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، دار الكتب العربية، الاولي، 1417ه، ج:4، ص:22

al-Zurqānī, Abū ‘Abd Allāh Muḥammad ibn ‘Abd al-Bāqī (m 1122H), Sharḥ al-Zurqānī ‘alā al-Mawāhib al-Ladunniyyah bil-Minaḥ al-Muḥammadiyyah, Dār al-Kutub al-‘Arabiyyah, al-Ūlā, 1417H, j:4, ṣ:22

[14] ابن حجر، أحمد بن علي (م 852هـ)، فتح الباري شرح صحيح البخاري، بيروت، دار المعرفة، 1379ه، ج:8، ص:50

Ibn Ḥajar, Aḥmad ibn ‘Alī (m 852H), Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Bayrūt, Dār al-Ma‘rifah, 1379H, j:8, ṣ:50

[15] ابن الأثير، عز الدين علي بن أبي الكرم (م 630هـ)، الكامل في التاريخ، دار الكتاب العربي، الاولي، 1417هـ ج:2، ص:141

Ibn al-Athīr, ‘Izz al-Dīn ‘Alī ibn Abī al-Karam (m 630H), al-Kāmil fī al-Tārīkh, Dār al-Kitāb al-‘Arabī, al-Ūlā, 1417H, j:2, ṣ:141

[16] مسلم، الجامع الصحيح ، كتاب الطلاق، باب بيان أن تخيير امرأته لا يكون طلاقا إلا بالنية، رقم: 1478

Muslim, al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Ṭalāq, Bāb Bayān anna Takhyīr Imra’atihi lā Yakūn Ṭalāqan illā bil-Niyyah, raqm: 1478

[17] البغوي، أبو محمد حسين بن مسعود (م 516هـ)، شرح السنة، كتاب النكاح، باب هجران المرأة وضربها عند النشوز، المكتب الإسلامي، الثانية، 1403هـ رقم: 2346

al-Baghawī, Abū Muḥammad Ḥusayn ibn Mas‘ūd (m 516H), Sharḥ al-Sunnah, Kitāb al-Nikāḥ, Bāb Hujrān al-Mar’ah wa-Ḍarbuhā ‘ind al-Nushūz, al-Maktab al-Islāmī, al-Thāniyah, 1403H, raqm: 2346

[18] أبو نعيم، أحمد بن عبد الله (م 430هـ)، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، السعادة، 1394هـ ج:1، ص:40

Abū Nu‘aym, Aḥmad ibn ‘Abd Allāh (m 430H), Ḥilyat al-Awliyā’ wa-Ṭabaqāt al-Aṣfiyā’, al-Sa‘ādah, 1394H, j:1, ṣ:40

[19] البخاري، الجامع الصحيح، كتاب المغازي، باب أين ركز النبي صلى الله عليه وسلم الراية يوم الفتح؟، رقم: 4280

al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā‘īl, al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Maghāzī, Bāb Ayna Rakkaza al-Nabī Ṣallá Allāhu ‘Alayhi wa-Sallam al-Rāyah Yawm al-Fatḥ?, raqm: 4280

[20] البخاري، الجامع الصحيح ، كتاب الحج، باب كيف كان بدء الرمل، رقم: 1602

al-Bukhārī, al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Ḥajj, Bāb Kayfa Kāna Bad’ al-Raml, raqm: 1602

[21] ابن حجر، فتح الباري شرح صحيح البخاري، ج:3، ص:470

Ibn Ḥajar, Aḥmad ibn ‘Alī (m 852H), Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, vol3, P 470